امیر شکیب ارسلان
مترجم رئیس احمد جعفری

فرانس پر عربوں کی یلغار

(۲)

اس موضوع پر جو بہت زیادہ معتبر اور مستند کتابیں ہیں ان میں ایک تاریخ "استیلاء العرب علی اسبانیہ" ہے۔ اس کا مولف کانڈی (Conde) ہے۔ اس نے ان بہت سی عربی کتابوں سے پورا پورا استفادہ کیا جو اس کوریال کے کتب خانہ میں یا دوسرے مکتبوں میں مل سکیں۔ چنانچہ اس کے بارے میں بے تامل یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس نے صحیح ترین مصادر اور ماخذ سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن ایک کوتاہی اس میں بھی تھی۔ یعنی اس نے اپنی کتاب میں بڑے اچھے مصادر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مواد تو کافی جمع کر لیا ہے۔ لیکن تنقیح واقعات و روایات نہیں کر سکا، اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے وہ نقد و تحقیق کے فن سے ناآشنا تھا [۱]۔

ایک دوسری تالیف بھی ہے جس تک کانڈی کی رسائی نہیں ہو سکی۔ وہ ہے "مجموعہ رسائل معنیٰ فی ایضاح تاریخ ھسپانیہ"۔ ایام عرب کی اس تاریخ کے لکھنے والے فاسٹیو باربون ہیں۔ خوش قسمتی سے

---

[۱] فرانسیسی زبان میں رینو نے اس کتاب کے دو ترجموں کا ذکر کیا ہے۔ پہلا ترجمہ تمنیس ہے جو موسیو اودی فرہ (Audiffret) کے قلم سے ہے۔ اور دوسرا دومارلیس (De Marles) کے قلم سے۔
میں اپنی کتاب میں آگے چل کر دومارلیس کے ترجمے اور حاشیہ سے کچھ فائدہ اٹھاؤں گا۔ کانڈی جو عدم ضبط اور کثرت خطا کے اعتبار سے مشہور ہے۔ لیکن جو شخص اس سے بھی آگے ہے وہ ہے ہالینڈ کا مشہور مستشرق دوزی جسے یورپین مورخ اور محقق اندلس پر حرف آخر قرار دیتے ہیں۔

اس کوریال کے کتب خانہ میں انھیں نادر اور بیش قیمت مخطوطات مل گئے، جن سے انھوں نے پورا فائدہ اٹھایا پھر انھیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ماسدو (Masdeu) نے تاریخ ہسپانیہ لکھی۔

فاسٹینو باربون نے اپنی کتاب میں کاندی کے مقابلہ میں زیادہ تحقیق و تمحیص کا کام کیا ہے ۔

اس تالیف کی راہ میں جو مشکلات حائل ہیں، ان سے ہم ناواقف نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اپنے امکان اور استطاعت کے مطابق پوری کوشش کر کے معلومات حاصل کر کے پیش کر رہے ہیں۔ جن غزوات عرب میں کوئی روایت یورپین مصنفین کے علاوہ کہیں اور نہیں ملی ہے اور ان کے سلسلہ میں بعید تر زمانہ کے مصنفین ماراتوری[1] اور ڈان بو[2] کا سے ہم نے مدد لی ہے ۔

اس کتاب میں جس اصول کو خاص طور پر ہم نے ملحوظ رکھا ہے وہ یہ ہے کہ وقائع اور حوادث کے سلسلہ میں شہادت معاصرین کے عہد کو اولیت دی ہے۔ یا ان لوگوں کے بیانات کو جو دوسروں کے مقابلہ میں زمانی اعتبار سے قریب ترین حیثیت رکھتے تھے۔ مسیحی مورخین کے روایات کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ناقص ہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ ان کے یہاں ایسے روایات بہت کثرت سے ہیں، اور روایات عرب بھی جن سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور اگر کسی جگہ مسیحی اور عرب مورخین کے روایات میں تطابق نہیں ہوتا تو ہم دونوں کو بیان کر دیتے ہیں، اور اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو عقل سے قریب تر ہو۔ جن حوالوں تک ہماری رسائی نہ ہو سکی، ان کے بارے میں ہم نے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا ہے اور ایسے مقامات کی نشاندہی کر دی ہے۔ مثلاً کاندی نے کتب عرب سے بعض روایتیں نقل کی ہیں، لیکن ان کے اصل تک پہنچنے میں ہمیں کامیابی نہ ہو سکی۔

اپنی کتاب میں ہم نے ان شعوب و قبائل کا ذکر بھی کیا ہے جو عربوں کے ساتھ مل گئے تھے اور عربوں

---

[1] Muratori سال وفات ۱۷۵۰ء۔ اس کا نام انٹونیو تھا۔ یہ اثریات کا مشہور مصنف تھا۔

[2] Don Bouquet اس کا نام مارٹن ہے۔ یہ راہب تھا، تاریخ اس کا خاص فن تھا۔ فرانس کے مشہور شہر آمین (Amiens) میں اس کی ولادت ہوئی۔ ۱۷۵۴ء میں وفات پائی۔

سے متحد ہو کر سارے یورپ کو شریعت قرآن کے ماتحت کر دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ہم سنسان سب کے لیے "ساراسین" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ ایسا لفظ ہے کہ اس کی وجہ اشتقاق اب تک متعین نہیں ہو سکی۔ یا پھر "مُور" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے مراد مغاربہ یعنی مغرب اقصیٰ کے باشندے ہوتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ پہلے پہل عربوں نے مغرب (افریقہ) کو فتح کیا اور یہیں سے وہ ہسپانیہ میں داخل ہوئے۔ اور اسی وجہ سے مغاربہ کہلاتے تھے۔ اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جب مسلمان ارض فرانس پر تاخت و تاراج کر رہے تھے، شمالی اٹلی کی سرزمین ان کے قدموں سے پامال ہو رہی تھی۔ اور جا د سویزرلینڈ تک ان کی سیاہ پہنچ رہی تھی، انھیں کی بعض جماعتیں صقلیہ اور جنوبی اٹلی پر حکمرانی کر رہی تھیں۔ ان دونوں یورشوں میں کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ان کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا یقینی تھا۔

یورپ کے ان تمام شہروں میں جہاں عرب داخل ہوئے خواہ طویل زمانہ تک ان کا قیام رہا، یا مختصر مدت کے لیے وہ ٹھہرے، ہر جگہ ان کے آثار موجود ہیں۔ جن سے ان کے حالات و کوائف کا اور ان کی تاریخ سیاسی کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان شہروں میں جو زائر اور سیاح جاتے ہیں وہاں انھیں کئی قلعے نظر آئیں گے جنھیں عربوں نے اپنی حفاظت اور باشندگان شہر کی اطاعت کے لیے ہر طرح محفوظ و مستحکم بنایا تھا۔ بہت سی نہریں دکھائی دیں گی پُل نظر آئیں گے جو لوگوں کی یا فوجوں کی آمد و رفت اور سہولت کے لیے تعمیر کیے گئے تھے۔ بہت سی وادیوں میں کئی ایسے غار اور تہہ خانے نظر آئیں گے جہاں وہ اپنا مال غنیمت رکھا کرتے تھے۔ پہاڑوں کے مختلف گوشوں پر برج نظر آئیں گے جن سے آگ یا روشنی کے ذریعہ توجید حرکات کے لیے اشارات کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا، اور اسی طرح کی بہت سی چیزیں۔

وہ قصے اور افسانے جنھیں ایسے راویوں نے بیان کیا ہے، جن کی نظر سے یہ حوادث نہیں گزرے تھے ان کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ یہ ان لوگوں کے ذہنی تخلیقات ہیں جو شجاعت اور دلیری کے واقعات اور مجد و ریاست کی باتوں سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔

جن قصص کو راویوں نے بیان کیا ہے ان سے وقت کے بعض مورخین نے غلط نتائج اخذ کیے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو پایین (Payanne) یعنی بت پرست کے نام سے یاد کرنا۔ اس کی وجہ

یہ ہے کہ عیسائیوں کی یہ عادت تھی کہ جمیع امم سالفہ کو وہ بت پرست ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بنبریں ان قوموں کو جنھوں نے اہل فرانس سے جنگ کی یا عیسائیوں سے برسرپیکار ہوئیں، انھیں بھی انھوں نے بت پرستوں کا خطاب دیا۔ چنانچہ مسلمان بھی اس خطاب سے محروم نہ رہے۔ اس سلسلہ میں آثار و مبانی اور ہیاکل کو جو دوسروں کے بنائے ہوئے تھے مزعومہ بت پرستوں کی طرف منسوب کر دیا۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی ہے کہ جب شارلیمان کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا، اور اس کی ناموری نے دوسرے ناموروں پر غلبہ حاصل کر لیا تو یہ افسانہ طراز راوی اٹھے اور انھوں نے شارلیمان کے زمانہ سے وہ حوادث متعلق کر دیے جو اس سے قبل واقع ہو چکے تھے۔ چنانچہ جو وقائع شارل مارٹل کے زمانہ میں واقع ہوئے تھے انھیں عہد شارلیمان سے وابستہ کر دیا۔ بلکہ یہاں تک کیا کہ شارلیمان سے ان تمام لڑائیوں کو منسوب کر دیا جو فرنگیوں نے بلاد مسلمین میں دسویں صدی عیسوی تک بلکہ گیارھویں صدی عیسوی کے آخر تک لڑی تھیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اندلس کے مسلمانوں نے یوسف بن تاشفین شاہ مرابطین کو مدد کے لیے بلایا تھا۔

غرض روایات کی تنقیح کی جائے تو اس طرح کی غلطیاں کافی ملتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ مقدس ڈینس (Saint Denis) کی مشہور تاریخ جو ہمارے اسلاف کے نزدیک حجت کبریٰ کی حیثیت رکھتی ہے اس کی حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ تاریخ مقدس بارھویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی گئی ہے اور لکھنے والوں نے اس میں وہ تمام کہانیاں اور داستانیں شامل کر دی ہیں جو اس زمانہ میں لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی تھیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ سولھویں صدی عیسوی سے پہلے تک تاریخ اور افسانے میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا۔ دونوں چیزیں ملی جلی تھیں۔

اب ہم اپنی کتاب کے اصل موضوع پر چند لفظ کہیں گے۔ معاملہ صرف اتنا ہی نہیں تھا کہ بعض محدود اور مخصوص قطعات میں حملہ آور گزرتے ہوئے چلے گئے ہوں۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ فرانس کی سرزمین پر جوشی عرب فاتح اور کشورکشا کی حیثیت سے آئے اور مدت طویل تک مقیم رہے۔ پھر یہاں

سے آگے بڑھے، سافوائے پہنچے۔ پھر بے ماؤنٹ اور سویزرلینڈ۔ یہاں انھوں نے مستحکم ترین قلعوں کو فتح کیا، اور قلب یورپ میں اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ اور اصحاب انجیل، اصحاب قرآن کے سامنے کئی صدیوں کی طویل مدت تک کے لیے سرنگوں ہو گئے۔

ہم نے اپنی کتاب کو چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔

پہلے حصے میں عرب حملہ آوروں کی اس یورش کا تذکرہ ہے جو انھوں نے اندلس سے نکل کر جبالِ بیرانہ[۱] کو پھلانگتے ہوئے شروع کی تھی۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی کا واقعہ ہے۔

دوسرے حصہ میں عربوں کی ان بری اور بحری یورشوں کا تذکرہ ہے جو ۸۷۹ء کے لگ بھگ بروفانس پر انھوں نے کی تھیں۔

تیسرے حصہ میں بتایا گیا ہے کہ بروفانس سے نکل کر مسلمان ڈوفینی، سافوائے، بے ماؤنٹ اور سویزرلینڈ کس طرح پہنچے۔

چوتھے حصہ میں غزوات عرب کے ان نتائج کا ذکر ہے جو ان سے مترتب ہوئے۔

فرنچ مستشرق رینو نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں جو کچھ لکھا تھا اس کا خلاصہ سطور بالا میں ہم نے پیش کر دیا۔

رینو اپنی کتاب کا حصہ اول شروع کرتے ہوئے فرانس پر عربوں کے پہلے حملہ کا ذکر اور اربونہ اور لانغدوق سے ان کے اخراج کا واقعہ جو ۷۵۹ء میں پیش آیا تھا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک عرب مورخ نے فتح ہسپانیہ کو ایک حدیث نبوی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔[۲]

---

[۱] عرب اسے جبال البرانس کہتے ہیں۔

[۲] رینو نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مقری کی تاریخ اسپین میں موجود ہے اور یہ کہ اس کا قلمی نسخہ شاہی کتب خانہ میں ہے۔ اور یہ کتاب کئی اجزاء پر مشتمل ہے جسے مؤلف نے (باقی اگلے صفحہ پر)

عربوں نے افریقہ میں ایک ایسی قوم پائی جو جبال اطلس میں سکونت پذیر تھی۔ جسے بربر کہتے ہیں۔ یہ قوم بڑی سخت کوش، جانباز، محنتی اور حریت و استقلال کی عاشق تھی۔ اس نے قرطاجنہ سے اپنی آزادی کے لیے جنگ کی۔ اہل روم کے سامنے سپر انداز ہوئی۔ اس میں سے بعض لوگ یہودی مذہب کے پیرو تھے۔ بعض عیسائی اور بعض بت پرست۔ یہ بربر اپنی ایک خاص زبان بھی رکھتے تھے جو عربی، عبری، اور فنیقی[1] سے تکلم اور لب و لہجہ کے اعتبار سے بہت قریب تھی۔

عام اس سے کہ یہ بربران شعوب کے پسماندہ ہوں جو ارض کنعان و فینیقیہ[2] سے آئے تھے، یا وہ لوگ ہوں جو یمن پر[3] حبشی تسلط کے بعد فرار ہو کر یہاں آ گئے تھے۔ بہر حال عربوں اور بربروں کا لسانی تشابہ افریقہ میں حکومت عرب کے استقرار کا بہت بڑا عامل تھا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربوں کے فتوحات و مغازی میں بربروں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سولھویں صدی عیسوی میں تالیف کیا تھا۔ اسے جن کتابوں سے مرتب کیا گیا ہے ان تک ہماری رسائی نہیں ہوئی۔ لیکن ایک بات بہر حال ظاہر ہے کہ مؤلف کا مذی اس کتاب سے ناواقف تھا۔

رینو کو نہیں معلوم لیکن اس کتاب کا نام ہے:

"نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب و ذکر وزیرھا لسان الدین ابن الخطیب"

اس کے مؤلف ہیں علامہ احمد بن محمد بن احمد المقری المغربی التلمسانی المالکی الاشعری رحمۃ اللہ۔

یہ کتاب عربی زبان کی ادب و تاریخ کی کتابوں میں نہایت معرکہ کی کتاب مانی جاتی ہے۔ ۱۰۳۰ء میں یہ لکھی گئی۔ یہ کتاب مؤلف نے حج بیت الحرام اور زیارت مسجد اقصیٰ سے فارغ ہو کر شام میں بیٹھ کر لکھی۔

[1] رینو نے اسے مقدمہ ابن خلدون سے لیا ہے۔

[2] رینو نے یہ روایت بروکوب (Procope) سے لی ہے۔

[3] یہ واقعہ بھی رینو نے ابن خلدون سے لیا ہے۔